ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر شائستہ حمید خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر اقصیٰ ساجد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور

علی حسن

ایم فل ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی لاہور

اجیت کور کا ناول "گوری"، رشتوں کی بے معنویت اور حیوانی جذبات کا لرزہ خیز مکالمہ

Dr. Shaista Hamid Khan *
Associate Professor, Department of Urdu, GC University Lahore.
Dr. Aqsa Sajid
Assistant Professor, Department of Persian, GC University Lahore.
Alli Hassan
Mphil research Scholar, Department of Urdu, GC University Lahore
***Corresponding Author:**

Ajeet Kaur's Novel "Gori": The Absurdity of Relationships and Primal Desires

The tragedy of Gori is that she was always a victim of the tyranny of relationships. Abandoned by her parents and blamed by her grandmother from a tender age, she was later exploited and objectified by Babu Ram, who initially enticed her with the promise of familial belonging, only to deny her the rightful status of a wife. Gori's dignity and autonomy were repeatedly stripped away. This study explores Gori's quest for authentic relationships, revealing a life characterized by emotional disconnection and existential meaninglessness.

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13

ماخذ تحقیقی مجلہ

Key Words: *Gori, Tyranny of relationships, Exploitation, Objectification, Authentic relationships, Emotional disconnection, Existential meaninglessness, Relationship dynamics, Victimhood, Abuse.*

شوہر بیوی کا رشتہ انسانی معاشرے میں خشتِ اوّل کی حیثیت رکھتا ہے۔ باقی تمام رشتے اس رشتے سے وجود پاتے ہیں اور معاشرتی نظام میں ڈھل جاتے ہیں۔ ہندوستانی سیاق میں رشتے بڑی معنویت رکھتے ہیں۔ بیسویں صدی کے نصف اوّل تک یہاں یہ بیانیہ قائم رہا کہ جس جگہ، گاؤں کی بیٹی بیاہی جائے، وہاں چوری کرنا یا ان لوگوں کو کسی بھی طرح تنگ کرنا نسلی پن ختم ہونے کی نشانی ہے۔ عورت کے میکے کا ہر نوجوان عورت کا بھائی اور ہر بوڑھا چچا تایا کا مقام رکھتا تھا۔ بعض معاشروں میں رشتوں کی یہ معنویت موجود نہیں بلکہ بعض جگہ تو رشتے ہی وجود نہیں رکھتے۔ اس سلسلے میں چین کی مثال دی جا سکتی ہے۔ وہاں جب ایک بچے کی حد (one child policy) مقرر کر دی گئی تو چچا، تایا، پھوپھی، ماموں اور خالہ جیسے رشتے ختم ہو گئے۔ مگر ہندوستان میں معاملہ دوسری نوعیت کا ہے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر تک یہ بیانیہ بدل گیا۔ اس عرصے میں بڑی تیزی سے رشتوں کی موجودگی کے باوجود بیگانگی در آئی اور لوگ پرائے ہوتے گئے۔ کئی دہائیوں تک یہاں ایک ضرب المثل مشہور تھی کہ "اپنا مارے گا تو چھانو میں بٹھائے گا" مگر تقسیم ہند کا سانحہ ہوتے ہی اس ضرب المثل کے بھی معنی بدل گئے اور بات مارنے پیٹنے سے قتل کرنے تک پہنچ گئی۔ ہجرت میں بچھڑ جانے والی عورتیں جب واپس اپنوں سے آن ملی تو ماں باپ اور بہن بھائیوں نے انہیں اپنانے سے انکار کر دیا اور یہ بیان دیا کہ یہ تو ہماری عورتیں ہیں ہی نہیں۔ اگر انہیں ہماری عزت کا خیال ہوتا تو کسی کنویں میں کود کر جان دے دیتی مگر واپس نہ لوٹتی۔ یہی وہ بے معنویت ہے جسے اردو ادب نے اپنا خام مواد بنایا اور کئی شاہکار افسانے وجود میں آئے۔ راجندر سنگھ بیدی اس بے معنویت کو اپنے افسانے "لاجونتی" میں یوں بیان کرتے ہیں کہ:

> "مغویہ عورتوں میں ایسی بھی تھیں جن کے شوہروں، جن کے ماں، باپ، بہن اور بھائیوں نے انھیں پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔ آخر وہ مر کیوں نہ گئیں؟ اپنی عفت اور عصمت کو بچانے کے لیے انھوں نے زہر کیوں نہ کھالیا؟ کنوئیں میں چھلانگ کیوں نہ لگا دی؟ وہ بزدل تھیں جو اس طرح زندگی سے چمٹی ہوئی تھیں۔"(۱)

دوسری بے معنویت وہ ہے جو یہ معاشرہ بیٹے اور بیٹی کے درمیان حد تفاوق کھنچتے ہوئے بیٹی کو نصیب کرتا ہے۔ اجیت کور کا ناول "گوری" اسی بے معنویت کو بیان کرتا ہے اور حاشیے پر دھکیلی گئی بیٹی، بہن اور ماں کو منظر کی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13
ماخذ تحقیقی مجلہ

سب سے مضبوط کردار بنا کر پیش کرتا ہے۔ یہ ایسا کردار ہے جو مختلف رشتے میں ڈھلتے ڈھلتے اپنا نام تک بھول گئی ہے۔ اسے بس اتنا یاد ہے کہ وہ شنکر کی ماں ہے۔ مگر کیا شنکر بھی اسے ماں تسلیم کرتا ہے؟ اسی سوال کو اجیت کور نے سو صفحات میں ابھار کر انسانوں کی حیوانی جذباتیت کو پیلے رنگوں میں مصور کیا ہے۔

جب گوری پیدا ہونے والی تھی تو اس کی ماں کو یہ خوف سونے نہ دیتا کہ اگر اس نے تیسری بار بھی لڑکی پیدا کر دی تو کیا ہو گا۔ کیا وہ بیوی کے مقام کو بچانے میں کامیاب ہو جائے گی؟

"گوری کے جنم سے پہلے ہی گردھر اپنی عورت سے کافی ناراض رہتا تھا کیونکہ اس نے دو بیٹیاں پیدا کر کے رکھ دی تھیں"(۲)

گوری، اپنے ارد گرد چلتے پھرتے گمنام رشتوں سے خوفزدہ رہی۔ اپنی پیدائش سے پہلے، ماں کی کوکھ میں ہی اس نے خوف زدہ رہنا سیکھ لیا۔ ماں کے خون میں بیٹی کے پیدا ہونے کا خوف، گوری کے وجود کا حصہ بنتا گیا۔

"اس وقت گوری اپنی ماں کی کوکھ میں خوف بن کر دھڑک رہی تھی۔ ماں باپ کی اکتاہٹ، دادی کی دھمکیاں سب اس کے خون میں گھل رہا تھا۔"(۳)

گوری پیدا ہوئی تو اس کی دادی نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا۔ وہ یہ سمجھتی تھی کہ اگر گوری پیدا نہ ہوتی تو اس کی جگہ لڑکا پیدا ہوتا جو اس کے بیٹے کی نسل کو آگے لے کر بڑھتا۔ مگر گوری نے لڑکے کی جگہ لیتے ہوئے ان کی نسل کو ختم کرنے کا جرم کیا ہے۔ اسی جرم کی پاداش میں وہ ہمیشہ اسے مارا کرتی اور ساتھ اس کے باپ کی محبت سے بھی محروم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی۔ اس کا باپ بھی یہی خیال کرتا تھا کہ گوری نے جنم لے کر، اسے لاوارث ہونے کا طعنہ دیا ہے۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتا تھا مگر لاوارث ہونے کا طعنہ برداشت کرنے کا اس میں حوصلہ نہ تھا۔

"گوری کو دنیا میں آتے ہی شاید معلوم ہو گیا تھا کہ وہ بڑی ظالم جگہ پر لا کر پٹکی گئی ہے۔ وہ روتی جا رہی تھی۔"(۴)

اپنی ماں کی خواہش کے مطابق گردھر دوسری شادی کرنے کا سوچ رہا تھا مگر اپنے کے دوست کے توسط سے، اس نے دوسری شادی کرنے کے بجائے گوری کی ماں کو بیٹا پیدا کرنے کا ایک اور موقع دیا۔ اس بار خوش قسمتی سے بیٹا پیدا ہوا تو گوری کی ماں کو نئی معنویت ملی۔ پہلے وہ خود بیٹی تھی، پھر بیوی بنی، پھر لڑکیوں کی ماں مگر اسے کبھی اہمیت نہ مل سکی اور وہ ہمیشہ اپنی معنویت کی تلاش میں رہی۔ اس معنویت کو تلاشنے میں اس نے کئی مرتبہ خودکشی کرنے کا بھی سوچا مگر اپنی بھابی کے دلاسوں نے اسے یہ قدم اٹھانے سے روکے رکھا۔ جب اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13
ماخذ تحقیقی مجلہ

اسے نئی معنویت ملی۔ اس خوش میں وہ یہ بھول گئی کہ بیٹے کے علاوہ اس کی تین بیٹیاں بھی ہیں۔ بیٹے کی پیدائش نے جہاں ماں کو گھر کا اہم رکن بنا دیا تھا وہاں تینوں لڑکیاں ناکارہ عضو قرار پائیں۔

"گوری اور اس کی دونوں بڑی بہنیں اس نئے بچہ کو دیکھتی رہتیں جسے ہر وقت اس کی ماں اور اس کی دادی گود میں لیے رہتی تھیں۔ ویسے ایک بات تھی اب ان کا باپ انھیں بات بے بات پیٹتا نہیں تھا لیکن ماں کو کیا ہوا۔ ان کے ننھے دل روتے۔ ماں تو کئی بار انھیں روٹی دینا بھی بھول جاتی۔ خوش خوش کھلی کھلی وہ ان کے چھوٹے بھائی کو بیٹھی دودھ پلاتی رہتی۔"(۵)

یہاں ہمیں اقبال کے مصرعے کی نفی ملتی ہے کہ

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ (۶)

مگر گوری کے گھر میں عورت کا وجود اداسی اور بے رنگی کی علامت ہے۔ اس گھر میں عورت جہاں مرد کو اپنا حاکم تسلیم کر چکی ہے وہاں وہ اپنی ذات کی بھی دشمن بن بیٹھی ہے۔ گوری کی دادی اس وقت تک گوری کی ماں کو اہمیت نہیں دیتی جب تک اس نے بیٹے کے روپ میں وارث اس کی جھولی میں نہ ڈالا۔

دادی اور باپ تو پہلے ہی گوری اور اس کی دونوں بہنوں کے وجود سے انکاری تھے، جب ماں نے بھی صرف بیٹے کو مرکز مان لیا تو گوری اور اس کی بہنیں گھر میں محض اضافی شے قرار پائیں۔ اس بے معنویت کو اجاگر کرتا اجیت کور کا جملہ دیکھیے کہ:

"ویسے گھر میں سب لوگ گوری، رمّیا اور ملّی تینوں لڑکیوں کو بکریوں سے بھی کم پوچھتے تھے۔ بکریوں کی زیادہ اہمیت تھی ان تینوں کی کم۔"(۷)

یہ وہ بے معنویت ہے جو پدر شاہی ثقافت میں ہر عورت کا نصیب ہے۔ ہمارے معاشرے میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کسی کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوتی ہے تو لوگ اسے مبارکباد دینے کے بجائے دلاسہ اور تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمت سے کام لے، خدا بیٹا بھی دے گا۔ زیادہ تر مائیں اپنے بیٹے کی شادی کے چند مہینے بعد ہی بہو سے یہ کہتی پائی جاتی ہیں کہ اب وہ چاند سے پوتا اس کی جھولی میں ڈال دے۔

ہماری بیٹیوں کا ظرف دیکھ لے دُنیا
ہم ان کے سامنے بیٹے دُعا میں مانگتے ہیں

یہ وہ نکتہ ہے جو اجیت کور نے گوری اور اس کی بہنیوں کا بکریوں سے موازنہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13
ماخذ تحقیقی مجلہ

گوری کے لیے چچی کے روپ میں ایک گوشہ ءعافیت تھا مگر وہاں بھی اکثر دادی آ کھڑی ہوتی۔ جب بھی گوری کو اس کی چچی روٹی دیتی تو اس کی ساس کہتی لڑکیوں کے مزاج نہ بیگاڑو انہوں نے پرائے گھر بھی جانا ہے وہاں ہماری عزت کا پاس کیسے رکھیں گی جب انہوں نے یہاں بھوکے رہنے کی عادت نہ ڈالی۔

گوری کی عمر جیسے جیسے بڑھ رہی تھی ویسے ویسے دادی کا رویہ سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا تھا۔ گوری آٹھ سال کی عمر کو پہنچی تو ان کے گاؤں کے قریب سڑک بننے لگی۔ گوری اور اس کی دونوں بہنیں اپنے باپ کے ساتھ وہاں کام کرنے جایا کرتیں۔ وہاں کا ٹھیکے دار بابو رام تھا۔

بابو رام پنجاب کے کسی گاؤں سے بھاگ کر کلکتے آیا تھا اور رام لبھایا کے ہاں ملازم ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اس نے رام لبھایا کا دل جیتا اور اسے ہر کام میں فائدہ پہنچانے کے طریقے سوچتا۔ آخر اس کی اکلوتی بیٹی سے شادی کی اور تمام کاروبار کا مالک بن گیا۔ بابو رام کی بیوی بد صورت تھی مگر کیونکہ وہ رام لبھایا کی بیٹی تھی اس وجہ سے وہ اسے رانیوں کی طرح رکھتا۔ اکثر اس کے دوست اس سے کہا کرتے کہ وہ کسی حسین عورت سے بھی شادی کیوں نہیں کر لیتا یا کوئی رکھیل وغیرہ۔ مگر اس نے کلکتے میں رہتے ہوئے کبھی ایسی بات سوچنے کی بھی ہمت نہ کی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس کے سسر کی آنکھیں کلکتے میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر اس نے کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو نہ صرف سسر کے سامنے بے وفا قرار پائے گا بلکہ دولت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس وجہ سے اس نے دل کو سمجھا لیا تھا کہ "اندھیرے میں ہر عورت صرف عورت ہوتی ہے خوبصورت کیا اور بد صورت کیا۔"[۸]

دیکھیے یہاں بھی جبر کی کیفیت ہے۔ بابو رام کسی حسین عورت سے رشتہ استوار کرنا تو چاہتا ہے مگر ڈرتا ہے کہ کہیں اسے دولت سے عاق نہ کر دیا جائے۔ اس کا مقام و مرتبہ جو اس کے سسر کی دین ہے کہیں اس سے چھین نہ لیا جائے۔

جب بابو رام کلکتے سے باہر جاتا تو اپنی جنسی بھوک کو مٹانے کے نئے نئے طریقے آزماتا مگر گھر واپس آتے ہوئے بیوی کے لیے زیورات ضرور لاتا۔ اس میں دونوں صورتوں میں اس کی بھلائی تھی۔ پہلی صورت یہ کہ وہ بیوی کو یقین دلانے میں کامیاب ہو جاتا کہ وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ یہاں بھی رشتوں میں بے وفائی موجود ہے مگر وہ بے وفا ہونے کا اعلان کرنے سے خوف زدہ ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ بے وفا ہونے کا ٹھپہ ان کے مقام و مرتبہ کا دشمن ہے۔ اگر انہیں اپنی حیثیت کو برقرار رکھنا ہے تو محبت کے ہونے کا ڈھونگ رچانا پڑے گا۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13

دوسری صورت یہ کہ اس نے جو پیسے اپنے شوق پورے کرنے پر خرچ کیے ان کو زیورات میں ملا، رام لبھایا کو دیئے گئے حساب درست رکھتا۔ رام لبھایا کو شک کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی کیونکہ زیورات اس کی بیٹی کو ہی دیئے گئے ہوتے۔ یوں بابو رام اپنی بیوی اور سسر کو دھوکہ دیتا رہا اور اپنے شوق بھی پورے کرتا رہا۔

مقام و مرتبہ ہونے کے باوجود ایک خواہش ایسی تھی جو پوری نہ ہو سکی۔ بابو رام کے گھر کوئی اولاد نہ ہو سکی۔ اس کی بیوی بھی چاہتی تھی کہ ان کے ہاں اولاد ہو مگر وہ ڈرتی تھی کہ اگر اس نے اپنے شوہر سے اولاد کی بات کی تو کہیں وہ نئی دلہن نہ بیاہ لائے اور وہ اضافی شے قرار پا کر اپنی اہمیت نہ کھو دے۔ اس وجہ سے اس نے کبھی بھی بابو رام سے اولاد کی بات نہ کی۔

"سوشیلا بھی ضرور ترستی ہو گی لیکن اس نے منہ سے کبھی نہیں کہا تھا۔ سوچتی تھی بولی ہوئی بات اگر بابو رام کو چھو گئی تو کیا پتہ وہ کوئی دوسری بیوی لے آئے۔"(۹)

بابو رام خود سے اولاد کی بات کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا اس وجہ سے دونوں طرف ہمیشہ خاموشی رہی مگر اندر ہی اندر یہ آگ سلگتی رہی۔

سڑک پر جب بابو رام نے گوری کو کام کرتے دیکھا تو سوچا کہ خدا بھی کیسے کیسے پھول ایسے لوگوں کو عطا کر دیتا ہے جنہیں ان کی قدر نہیں ہوتی۔ وہ سوچتا کہ اگر گوری اس کی بیٹی ہوتی تو وہ اس کا کوئی انوکھا نام رکھتا جو اس کی شکل و صورت کو مزید نکھار دیتا۔ ساتھ ہی اس کے حیوانی جذبات جاگے اور وہ گوری کو بیوی بنانے کے خواب دیکھنے لگا۔

"وہ سوچنے لگا اگر وہ گوری کو لے جائے یہاں سے اپنے گھر تو چار پانچ سالوں میں جوان ہو جائے گی اور پھر۔۔۔۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔۔۔۔ اتنی خوبصورت لڑکی جب اس کا بیٹا پیدا کرے گی تو وہ پورا چاند کا ٹکڑا ہو گا۔"(۱۰)

شادی کا خیال آتے ہی اس کے اندر خوف پنپنے لگا کہ وہ سوشیلا کو کیا کہے گا کہ گوری کون ہے اور اسے کیوں لایا ہوں۔ پھر وہ سوچنے لگا کہ اسے بتائے گا کہ اس کی خدمت کے لیے وہ گوری کو لے آیا ہے۔ ابھی تو یہ بچہ ہے جب تک جوان ہو گی چار پانچ سال گزر جائیں گے اور اس وقت تو وہ سوشیلا کو بھی راضی کر لے گا۔ سارا پروگرام بنا کر وہ گوری کے باپ گردھر سے دوستی بڑھانے لگا۔ دوپہر کے کھانے پر وہ گردھر اور باقی دو تین لوگوں کو ساتھ بیٹھا کر روٹی کھلاتا اور اپنے قصے سناتا۔ وہ انہیں بتاتا کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے، کیسی کیسی گاڑیاں اور مکان ہیں، ساتھ ہی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13

اپنی قسمت کی جبریت کا دکھ بتاتا اور اپنی محرومی پر آنسو بہاتا۔ ایک دن اس نے گردھر سے گوری کو گود لینے کی بات کی اور بتایا کہ وہ چاہتا ہے کہ گوری کو اپنی بیٹی بنا کر شہر لے جائے۔ یہ بات کرتے ہوئے اس نے گردھر کو ہزار روپے دینے کی بھی پیش کش کی۔ سو نوٹوں کی ہزار روپے کی گڈی دیکھ کر گردھر سوچنے لگا:

"لڑکیوں کی کمی ہے میرے پاس۔ تین تین چھاتی پر بیٹھی ہیں۔ ایک پار لگ جائے گی اپنے آپ۔ جو گود لے گا وہی شادی کرے گا اس کی۔ باقی بچیں دو۔ ہزار کے ساتھ تو میں چاہے ان کے لیے چار چار دولھے خرید لوں۔"(۱۱)

بابورام کو وہ اپنا مسیحا خیال کرنے لگا جو فرشتہ بن کر اس کی بیٹیوں سے اسے چھٹکارا دلوانے گاؤں آیا تھا۔ یہاں سعادت حسن منٹو کے افسانے "کھول دو" کا کردار سراج الدین یاد آتا ہے جو رضاکاروں کو اپنی بیٹی کا محافظ خیال کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ایک دن وہ لوگ اس کی بیٹی کو تلاش کر کے اس کے پاس لے آئیں گے۔ اس وجہ سے وہ ہر وقت انہیں دعائیں دیتا رہتا ہے تاکہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔

"کئی دن گزر گیے۔۔۔ سراج الدین کو سکینہ کی کوئی خبر نہ ملی۔ وہ دن بھر مختلف کیمپوں اور دفتروں کے چکر کاٹتا رہتا۔ لیکن کہیں سے بھی اس کی بیٹی کا پتہ نہ چلا۔ رات کو وہ بہت دیر تک ان رضاکار نوجوانوں کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگتا رہتا۔ جنھوں نے اس کو یقین دلایا تھا کہ اگر سکینہ زندہ ہوئی تو چند دنوں ہی میں وہ اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"(۱۲)

مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور محافظ ہی عصمت دری کا فریضہ نبھاتے ہیں۔ یہاں گردھر کا بھی معاملہ سراج الدین ایسا ہے اور وہ بھی بابورام کو رضاکاروں کی ٹولی کی طرح اپنا محافظ خیال کرتا ہے۔

"بابورام انھیں بالکل فرشتہ لگتا جو صرف ان کے لیے ہی نیلے آسمان سے ان بانجھ ریتوں میں اتر آیا تھا ٹھیک ان کے گھر کے سامنے"(۱۳)

بابورام نے گردھر کو ہزار روپے دیئے اور ساتھ وعدہ بھی کہ وہ گوری کو ہر سال ملانے لایا کرے گا۔ آخر گردھر نے گوری کو بابورام کے ساتھ کلکتے بھیج دیا۔ تمام رستے بابورام یہ سوچ سوچ خوش ہوتا رہا کہ آخر اس کا دنیا میں آنے کا مقصد پورا ہوا۔ بابورام جب گھر پہنچا تو اس کی بیوی سوشیلا گوری کو دیکھ کر چلانے لگی کہ اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ لڑکی کو اٹھا لایا۔ مگر بابورام نے کہا کہ وہ تو گوری کو اس کی خدمت کے لیے لایا ہے۔ گھر کے کاموں کے لیے ایسی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13
ماخذ تحقیقی مجلّہ

لڑکی جو تمام عمر مفت کام کرے گی، کہاں سے مل سکتی ہے۔ اس نے سوشیلا کو سمجھایا کہ "بھلی مانس ناخن برابر لڑکی سے اس طرح جلنا تجھے زیب نہیں دیتا۔ اسے تو تیری خدمت کے لیے لے کر آیا ہوں۔"(۱۴)

اپنے آرام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سوشیلا نے آخر گوری کو نوکرانی کے روپ میں قبول کر لیا۔ گوری سارا دن گھر کے کام کیا کرتی اور رات کو کباڑ خانے میں پرانی چادر اوڑھ کر سو رہتی۔ وہ کسی سے بھی بات نہ کرتی تھی بس سب اشاروں کو سمجھتی اور کام کیے جاتی۔ کئی سال چپ رہنے سے وہ اپنی بولی بھول چکی تھی۔ اس کو یہ تک یاد نہ تھا کہ بولنا کیا ہوتا ہے۔ بابو رام اس کی زبان جانتا تھا مگر اس نے کبھی اس سے بات کرنے کی ہمت نہ کی۔ وہ ہمت کرتا بھی کیسے، سوشیلا ہر لمحے اس پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ ایک بار جب سوشیلا جگ ناتھ مندر کے درشن کرنے گئی تو بابو رام کو موقع ہاتھ آ گیا اور وہ رات کی تاریکی میں کباڑ خانے میں جا گھسا اور گوری کو ایک لمحے میں عورت بنا ڈالا۔

"بابو رام نہ جانے کتنی دیر کتنے زمانے اس کے جسم کو گیلے آٹے کی طرح مسلتا رہا، ردی کاغذ کی طرح پھاڑتا رہا۔ گوری کو صرف یہی پتہ تھا کہ وہ بے انتہا تکلیف کے قہر سے گذر رہی تھی اور جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا وہ شاید بہت شرمناک تھا۔ اس ایک رات میں معصوم سی گوری سخت تکلیف میں گذرتی ہوئی ایک عورت بن گئی"(۱۵)

یہاں قدرت اللہ شہاب کے ناولٹ "یا خدا" کی کردار دلشاد یاد آ جاتی ہے۔ وہ بھی بھری دنیا میں اکیلی ہے، چاروں طرف ہجوم ہوتے ہوئے بھی اس کے لیے سناٹا ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کی تنہائی میں کوئی مخل نہ ہو۔ کوئی اس کی معصومیت کو داغ دار نہ کرے۔ مگر اس کی یہ خواہش اس وقت دم توڑ جاتی ہے جب امریک سنگھ اور اس کے ساتھی، اس کے جسم کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں اور اس کی عصمت کو داغ دار کر دیتے ہیں۔

"خالصے رات رات بھر دلشاد کے ساتھ اپنی آنے والی نسلوں کا سودا کیا کرتے تھے۔ امریک سنگھ، امریک سنگھ کا باپ، امریک سنگھ کا بھائی __________ ایک خالصے کے بعد دوسرا خالصہ، دوسرے کے بعد تیسرا خالصہ۔"(۱۶)

گوری کا پیٹ آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ وہ جب اپنے بڑھتے ہوئے پیٹ کو دیکھتی تو اسے سخت خوف آتا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ گناہ ثواب کی حدود سے دور اسے بس اتنا یاد تھا کہ ایک رات بابو رام نے اس کے ساتھ کچھ شرمناک کیا تھا۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی بابو رام کی شرمناک حرکت کا اس کے پیٹ بڑھنے سے کیا تعلق تھا۔ سوشیلا نے جب دیکھا کہ گوری کا پیٹ بڑھ رہا ہے تو اس نے اسے خوب پیٹا۔ گوری جو پہلے ہی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13

سہمی ہوئی تھی، یہ سوچ سوچ کر پریشان ہونے لگی کہ بیماری میں اسے کیوں مارا گیا۔ جب سوشیلا بیمار ہوتی ہے تو اس کا بہت خیال رکھا جاتا ہے مگر اسے بیماری میں یہ سزا کیوں دی گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی سے پوچھے کہ اس کا پیٹ چیر کر بیماری کو باہر نکالا جائے گا۔ مگر وہاں کوئی ایسا موجود نہ تھا جو اس کی زبان (کرب زدہ معصوم لڑکی کی زبان جو ایک وحشی کے ہاتھوں بے گھر ہوئی اور آخر عصمت دری اس کا مقدر بنی) سمجھتا ہو۔ بابو رام سے اسے بات کرنے کا حق حاصل نہیں تھا جبکہ سوشیلا اس پر رحم کیونکر کھاتی۔

> "اس کا جی چاہتا کسی سے پوچھے۔ کوئی ہو جس سے وہ پوچھ سکے کہ کیا چاقو سے اس کے پیٹ کو چیر کر بچہ باہر نکالا جائے گا۔ کون چیرے گا اور پھر بعد میں اگر کوئی ٹانکے لگا کر سینا بھی بھول گیا تو" (۱۷)

گوری کی یہ حالت دیکھ کر امرتا پریتم کے ناول "پنجر" کی کردار پارو یاد آتی ہے۔ پارو جبری گمشدگی کا شکار ہو کر بیوی کا درجہ اختیار کرتی ہے۔ مگر وہ مقام اس کے لیے اذیت ہے۔ اس کے پیٹ میں بھی بچہ پل رہا ہے۔ ایسا بچہ جو معاشرے کی نظر میں جائز ہے مگر اس کی اپنی نظر میں ناجائز۔ وہ اس سے چھٹکارا چاہتی ہے۔

> "پارو کو ایسا محسوس ہوا کہ سر سے پاؤں تک اس کا جسم مٹر کی اس پھلی کی طرح تھا جس کے اندر مٹروں کے صاف ستھرے دانوں کی جگہ ایک غلیظ کیڑا پل رہا ہو۔ پارو کو اپنے پورے جسم سے گھن سی محسوس ہونے لگی۔ اس کے جی میں آیا کہ وہ اپنے پیٹ میں پلتے ہوئے کیڑے کو جھٹک دے، اپنے جسم سے دور کر دے، اس طرح جیسے کوئی ناخنوں سے پکڑ کر چبھے ہوئے کانٹے کو نکال کر پھینک دیتا ہے جس طرح کوئی چمٹے ہوئے گوکھرو کو الگ کر دیتا ہے، جیسے کوئی جمے ہوئے چیچڑ کو اکھیڑ دیتا ہے، جیسے کوئی چمٹی ہوئی جونک کو کھینچ لیتا ہے۔" (۱۸)

جب بابو رام نے محسوس کیا کہ اب گوری کا پیٹ چھپانا مشکل ہے تو وہ سوشیلا اور گوری کو لے کر دہلی چلا گیا۔ وہاں گوری کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ بیٹے کو جنم دینے کے بعد گوری کو محسوس ہونے لگا کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب اسے تمام تکالیف سے نجات ملی گی اور اس کا بیٹا اسے نئی معنویت دے گا۔ مگر وہ یہ بھول گئی کہ اس کی کوکھ کو استعمال کیا گیا ہے۔ وہ حاملہ ہوئی اور ایک لڑکے کو جنم دیا۔ اس کا نہ ہی کوئی شوہر تھا اور نہ ہی اس لڑکے کا گوری سے کوئی رشتہ تھا۔ وہ لڑکا بابو رام اور سوشیلا کا بیٹا تھا۔ بیٹے کا جنم ہونے کے بعد بابو رام، سوشیلا اور گوری کو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13

ماخذ تحقیقی مجلہ

واپس گھر لے آیا۔ گھر آتے ہی گوری پھر سے نوکرانی بن گئی اور سوشیلا ماں۔ سوشیلا کے ماں بننے کی خوشی میں جشن منایا گیا۔ لڑکے کا نام شنکر رکھا گیا۔ سب نے بابو رام اور سوشیلا کو مبارکباد دی مگر جس کی کوکھ استعمال کی گئی تھی اسے کسی نے یاد نہ رکھا۔ سوشیلا گوری کو اپنے کمرے میں بلا کر اسے شنکر کو دودھ پلانے کا کہتی۔ یوں دن گزرتے گئے اور شنکر بڑا ہوتا گیا۔ شنکر کو یہی بات سمجھائی گئی کہ گوری ان کی نوکرانی ہے جسے بابو رام سوشیلا کی خدمت کے لیے خرید لایا تھا۔ گوری شنکر کے تمام کام کرتی مگر اسے کبھی ماں کا درجہ نصیب نہ ہوا۔

رام لبھایا کا دل گوری کے لیے پسیجتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ بابو رام اور سوشیلا گوری پر ظلم کر رہے ہیں مگر چپ رہتا۔ جب کبھی گوری اس کے پاؤں دباتی تو وہ اس کا سر سہلاتا اور کہتا کہ وہ اس کے پچھلے جنم کی بیٹی ہے۔ وہ چاہتا تو تھا کہ گوری کو ظلم سے نجات ملے مگر خاموش رہا۔

آخر رام لبھایا اور سوشیلا کا انتقال ہو گیا۔ بابو رام بوڑھا ہونے کی دہلیز پر جا پہنچا اور شنکر تمام کاروبار کا مالک قرار پایا۔ وہ اکثر دیکھتا کہ بابو رام رات کی تاریکی میں گوری کے کباڑ خانے میں جاتا ہے۔ وہ بابو رام سے کچھ نہ کہتا مگر دل میں نفرت کے بیج بوتا رہا۔

گھر میں بس ایک شخص ایسا تھا جسے گوری سے ہمدردی تھی، وہ تھا مہاراج۔ وہ کھانے میں سے گوری کا حصہ الگ کر کے رکھ دیتا۔ کوشش کرتا کہ جتنا ہو سکے گوری کا ہاتھ بٹائے۔ وہ بابو رام کی دھوکہ بازی اور سوشیلا کے ستم سے گوری کو بچانا چاہتا تھا مگر کوئی صورت نظر نہ آتی۔ جب بابو رام کے دوست آتے تو وہ گوری کو کمرے میں نہ جانے دیتا۔ اسے ہمیشہ یہ خوف رہتا کہ بابو رام نے خود تو بچی کا استحصال کیا ہی ہے کہیں وہ اپنے دوستوں کے سامنے بھی گوری کو پیش نہ کر دے۔

آخر بابو رام کا انتقال ہو گیا۔ اس سارے عرصے میں گوری گھر کے کام کاج کرتی رہی اور کبھی منہ سے ایک لفظ نہ نکالا۔ بابو رام کی موت کے بعد وہ شنکر سے خوف زدہ رہنے لگی۔ اس کی راتوں کی نیند تباہ ہو گئی۔

عباس تابش کا شعر ہے کہ:

ایک مدت سے مری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے (۱۹)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13
ماخذ تحقیقی مجلہ

یہاں ماں بیٹے کی پریشانی کے سبب پریشان ہے اور اسے یہ خوف ہے کہ اگر وہ سوگئی تو اس کے بیٹے کا آرام تباہ ہو گا۔ مگر گوری کا معاملہ الگ ہے۔ وہ اس وجہ سے نہیں سو پا رہی کہ اسے بیٹے سے ڈر لگتا ہے۔ یہ دونوں نکتے ایک دوسرے سے یکسر جدا ہیں اور یہی گوری کا المیہ ہے کہ وہ رشتوں کی معنویت کی تلاش میں بے معنویت کا شکار ہوئی۔

ایک دن شنکر شراب پی کر گھر آیا اور گوری کے کمرے میں گھس کر اس کی عصمت دری کی کوشش کرنے لگا۔ گوری چلانے لگی کہ وہ اس کی ماں ہے مگر شنکر یہ خیال کرنے لگا کہ کیونکہ بابو رام کے گوری سے ناجائز تعلقات تھے، اس لیے گوری شنکر کو اپنی سوتیلی ماں بتاتی ہے مگر وہ اسے ماں قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ گوری کی وجہ سے اس کی ماں سوشیلا ہمیشہ پریشان رہی۔

> "گوری ذبح کی جا رہی گائے کی طرح چلاتی رہی شنکر کی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر اپنی چھاتی پر مارتی رہی، ما۔۔۔۔۔آ۔۔۔۔۔۔۔۔آں" اور شنکر دھاڑتا رہا_____"حرام زادی ماں بنتی ہے میری۔ میرے باپ نے خریدا تھا تجھے، تیرے کمینے باپ سے۔ اس کی داشتہ تھی تو خریدی ہوئی کنیز۔ داشتہ۔"(۲۰)

گوری کا کرب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ رشتوں کی جبریت کا شکار رہی۔ جب وہ پیدا ہوئی تو اس کے والدین اس سے متنفر ہوئے۔ دادی نے ہمیشہ اس کو اپنے پوتے کا قاتل قرار دیا۔ بابو رام نے اسے بیٹی بنانے کے جھانسے میں خرید کر نوکر بنا ڈالا اور اس کا جسم استعمال کرتا رہا۔ زوجیت کا حقیقی حق کبھی گوری کو حاصل نہ ہوا۔ جب وہ ماں بنی تو اس کی ممتا اس سے چھین لی گئی۔ وہ تمام عمر رشتوں کی تلاش میں رہی۔ اس تلاش میں اسے کوئی حقیقی رشتہ نہ مل سکا، ہاتھ آئی تو اپنی ذات کی بے معنویت۔

حوالہ جات

۱. راجندر سنگھ بیدی، اپنے دکھ مجھے دے دو، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۹۷ء، ص 11

۲. اجیت کور، گوری، مترجم: خالد محمود، نئی دہلی، ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس، ۲۰۰۱ء، ص ۱۶-۱۷

۳. ایضاً، ص ۱۷

۴. ایضاً، ص ۳۰

۵. ایضاً، ص ۳۴-۳۵

۶. علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، ۲۰۱۴ء، ص ۵۵۶

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-13

ماخذ تحقیقی مجلّہ

۷. اجیت کور، گوری، مترجم: خالد محمود، نئی دہلی، ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس، ۲۰۰۱ء، ص ۳۵-۳۶

۸. ایضاً، ص ۴۳

۹. ایضاً

۱۰. ایضاً، ص ۴۵

۱۱. ایضاً، ص ۴۶

۱۲. سعادت حسن منٹو، نمرود کی خدائی، دہلی، ساقی بک ڈپو، ۱۹۹۰ء، ص ۸-۹

۱۳. اجیت کور، گوری، مترجم: خالد محمود، نئی دہلی، ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس، ۲۰۰۱ء، ص ۴۸

۱۴. ایضاً، ص ۵۴

۱۵. ایضاً، ص ۶۱

۱۶. قدرت اللہ شہاب، یاخدا، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص ۲۴

۱۷. اجیت کور، گوری، مترجم: خالد محمود، نئی دہلی، ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس، ۲۰۰۱ء، ص ۶۵

۱۸. امرتا پریتم، پنجر، نئی دہلی، سیمانت پرکاش، ۲۰۰۴ء، ص ۷

۱۹. عباس تابش، عشق آباد (کلیات)، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، انتساب

۲۰. اجیت کور، گوری، مترجم: خالد محمود، نئی دہلی، ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۹